جہنم کے سوداگر
THE TRADERS OF HELL
محمد جبران
ایم فل اسکالر
Episode : 2
نامعلوم افراد
راوی :وقارعلی جان
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نامعلوم حملہ آور (دوسری قسط)

میں نے ایک دم مسکراتے ہوئے سگریٹ ہونٹوں کو لگایا اور پھر ایک گہرا کش لیکر دھواں چھوڑا ہی تھا کہ کرنل گویا ہوا:

"یہ کیا ہو رہا تھا۔۔۔؟" کرنل اشرنے اسی طرح مجھے گھورتے ہوئے کہا تو میرا دل کیا کہ بھڑوں کا چھتہ کھول کر اس کے منہ سے لگا دوں اور تب تک اس کے منہ سے لگائے رکھوں جب تک اس کا منہ سوج کر ٹماٹر جیسا نہ ہو جائے۔ مگر ہر شرارتی خواہش پوری نہیں ہوتی اور اگر پوری ہو جاتی تو کتنا مزہ آتا مگر اسے ابھی ہمارے سروں پر مسلط رہنا تھا۔

"دیکھیں ناں کرنل صاحب بالکل چڑیل لگ رہی تھی، سچ بولا تو برا مان گئی۔ اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ کیا اب یہ بڑھی نہیں ہو گئی اور اسکے چہرے پر جھریاں نہیں آگئیں؟۔۔" میں نے اسے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور پھر اس نے میری پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کہا۔

"بہت شریر ہو گئے ہو تم۔۔۔۔یقین کرو وہ صحیح کہہ رہی تھی جب سے تم پاکستان سے لوٹے ہو تب سے تمہارے مزاج میں بڑی خوشگوار تبدیلیاں آگئی ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہے پر یار دیکھو اتنی خوش شکل عورتوں کا دل نہ توڑا کرو۔ یہ بہت معصوم ہوتی ہیں ان کی تھوڑی سی تعریف کر دو تو یہ خوش ہو جاتی ہیں۔ ویسے پہلے تو تم اس کے پیچھے لگے رہتے تھے اب یہ تمہارے پیچھے لگی رہتی ہے یہ چکر کیا ہے؟" کرنل نے مجھے اپنی دائیں آنکھ دبا کر کہا تو میرا دل کیا کہ غُلیل لیکر بالکل اسی آنکھ پر جو اس نے دبائی تھی ایک پتھر دے ماروں اور اس کی آنکھ ہمیشہ کے لئے ہی دبی رہے۔ پہلے کم بھیانک تھا جو اب اسکی یہ آنکھ پھوڑدی جاتی تو مزید نکھر جاتا۔ اس کی جسامت بالکل گینڈے جیسی تھی، اگر اسے چڑیا گھر پہنچا دیا جاتا تو وہاں یہ باقی جانوروں کے ساتھ اچھی خاصی کمپنی کر لیتا کم سے کم میری جان تو چھوٹ جاتی اس سے نئے باس کو پھر دیکھ لیتے۔ جس طرح یہ ہمارے کان کھاتا تھا اگر اسی طرح سے یہ چڑیا گھر والوں

کے کان کھانے لگ جاتا تو سچ میں ان کی بھی بوریت ختم ہو جاتاتی۔ ویسے بھی وہ سارا دن ہی فارغ ہوتے ہیں یہ بھی فارغ ہی تھا تبھی اسے ہری ہری سوجھتی تھی۔

"دیکھیں کرنل صاحب انسان کو وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہنا چاہیے، اب دیکھیں ناں وہ بدل گئی تو غصہ کرتے ہوئے کیسی عجیب و غریب مخلوق لگتی ہے۔ سیدھی سی بات ہے پہلے میں اس کے پیچھے لگا رہتا تھا کہ یہ مجھ سے شادی کرلے تو اس کو نخرہ تھا یہ نہیں مانتی تھی۔ اب یہ میرے پیچھے لگی رہتی ہے کہ میں اس سے شادی کرلوں تو اب میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اب مجھ میں نخرہ آگیا ہے تو مجھے برا نہیں لگے گا۔ ویسے بھی انسان کے زندگی میں کچھ اصول ہونے چاہیں ان کے بغیر تو انسان آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اب مایا کے کوئی اصول نہیں ہیں تو اس میرا قصور تو نہیں ہیں ناں؟" میں نے ایک کش لیکر دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے مسکرا کر کہا تو میری بات پر کرنل بھی مسکرانے لگا۔ پھر اس نے کہا:

"تم باتیں خوب بنالیتے ہو یقین کرو اگر تم سیکرٹ ایجنٹ نہ ہوتے تو یقیناً کہیں نہ کہیں باتیں بنانے کے کورس کروا رہے ہوتے۔ آ جا یار تھوڑا ٹائم ہمیں بھی دے دیا کر۔۔۔۔۔۔۔ تم سے تھوڑی ضروری باتیں کرنی ہیں۔۔۔" اس کی بات سن کر میں نے پھر سگریٹ منہ سے لگایا کش لیا اور دھواں چھوڑنے کے بعد میں پھر مسکرایا اور سر کو ہلکی سی جنبش دی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے آفس کی طرف لے جانے لگا۔ تھوڑی دیر میں ہم اسی راہداری میں اسکے آفس کے گلاس ڈورز کھول کر اندر داخل ہو رہے تھے۔ یہ بلیک ڈائمنڈ ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ جو نیو یارک سٹی کے مشہور و معروف براڈوے روڈ پر ایک دس منزلہ عمارت میں واقع تھا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر ماضی میں دوبار اپنی لوکیشنز بدلتا رہا تھا اور اب یہ اسکی تیسری عمارت تھی۔ عمارت بدلنے کی وجہ بہت کوششوں کے باوجود بھی مجھے سمجھ نہیں آئی تھی۔ ایک اندازہ یہی تھا کہ ایجنسی اپنی اصل شناخت اپنے دشمنوں سے خفیہ رکھنے کے لئے بار بار اپنی لوکیشنز بدل رہی تھی۔ اس بات کا ذکر میں نے کرنل سے بھی کیا تھا کہ کیوں ہیڈ کوارٹر کی عمارت بدلی جاتی ہے تو کرنل مجھے بات بتائے بغیر ٹال جاتا تھا۔

وہ ایک بہترین انداز میں سجا ہوا کمرہ تھا دیواروں پر نادر مصوری کی تصاویر موجود تھیں۔ بہترین قالین اور کھڑکیوں پر شاندار پردے آویزاں تھے۔ دیوار پر موجود دیگر تصاویر میں خاص طور پر ایک تصویر ادھورے اہرام کی بھی تھی اور اس کے اوپر ایک چمکتی ہوئی آنکھ بھی بنی ہوئی تھی۔ جہاں اس قسم کی تصویر آپکی نظر سے گذرے تو ایک لمحے کے لئے اسے رک کر اس پر آپ کو ضرور غور و فکر کرنا چاہیے کہ اس قسم کی تصویر کا کیا مقصد ہو سکتا ہے اور اس کے پیچھے اصل کہانی کیا ہے؟ اگر آپ میں سے کسی کا امریکہ جانے کا

اتفاق ہو تو وہاں پر جو ایک ڈالر کا کرنسی نوٹ استعمال ہوتا ہے اس پر بھی یہ تصویر موجود ہے اور اس قسم کی تصاویر آپ کو امریکہ میں جگہ جگہ ملیں گیں۔ اگر یہ اس قدر استعمال ہو رہی ہیں تو یقینا آپ سمجھ جائیں کہ اس تصویر کی کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور ہے، ورنہ یہ اتنا استعمال نہ ہو رہی ہوتی۔ یہ تصویر انہی کی علامتی تصویر ہے جس پر میں اپنی یہ آپ بیتی لکھ رہا ہوں۔ یہ شیطان کے پجاریوں کی علامتی تصویر ہے جو دراصل جہنم کے سوداگر ہیں۔ اس لئے کہ وہ حقیقت میں اس دنیا کو جہنم بنانے کے لئے تلے ہوئے ہیں۔ یہ آنکھ اسی شیطان کی ہے جس کے یہ کرنل سمیت پجاری ہیں بظاہر یہودیت اور اسرائیل کا نعرہ لگانے والے اور یہودیوں کے حقوق پر علم بلند کرنے والے تمام صیہونی دراصل اسی شیطان کے پجاری ہیں جسکی یہ آنکھ ہے۔ بہت سے لوگ اسے دجال بھی کہتے ہیں اور بہت سے لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ یہ آنکھ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہم سب پر نظر رکھ رہا ہے۔ یہ آنکھ آپکو اکثر ٹی وی کے پروگرامز میں بھی نظر آئے گی، اس کے علاوہ اشتہارات میں بھی نظر آئے گی اور دیگر بل بورڈز وغیرہ پر بھی۔ شیطان کے پجاریوں میں ایک خاص بات یہ کہ یہ سب علامات پر یقین رکھتے ہیں اور انہی علامات میں ایک آنکھ اور یہ ادھورا اہرام بھی ہے۔ اس راز سے میں مزید آگے چل کر پردہ اٹھاؤں گا تب تک کے لئے میں آپ لوگوں کے صبر کا امتحان لینے پر معذرت خواہ ہوں۔

کرنل اشر ایک درمیانے سائز کی میز کی دوسری طرف گھوم کر ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھ کر اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ تو اسکی اجازت کے بعد میں بھی اسکے سامنے بیٹھ گیا۔ میز پر ایک دو نمائشی پیس رکھے ہوئے تھے جبکہ درمیان میں امریکہ اور اسرائیل کے چھوٹے جھنڈے موجود تھے۔ کمرہ ساؤنڈ پروف تھا، نیم سردیوں کے دن تھے اور اس وقت کمرے میں دیوار پر لگے ہوئے کلاک کی ٹک ٹک ٹک ٹک ہو رہی تھی۔ کرنل کا چہرہ ایک دم سے سپاٹ ہو گیا اور آنکھوں میں پراسرار چمک عود آئی۔ میں نے بے چینی سے پہلو بدلا تو اس نے قدرے آگے جھکتے ہوئے راز داری سے کہا۔

کیا تم میرے ساتھ کبھی میرے عقیدے کے لوگوں کو عبادت کرتا ہوا دیکھو گے؟" اس نے انتہائی پراسرار لہجے میں کہا اور پھر وہ میرے چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لینے لگا۔ مجھے بھی اپنے جذبات چھپانے کی مکمل مہارت تھی، میں نے کبھی بھی کسی کو اپنے چہرے کے تاثرات سے اپنے اندر کی کیفیات کا اندازہ لگانے کا موقع نہیں دیا۔ بلکہ کئی دفعہ میں اپنے مخالف کو اپنی اندرونی کیفیات کے بالکل برعکس نئے اور نہ پڑھے جانے والے تاثرات طاری کر کے دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ میں چہرے پر کمال مہارت سے حیرت کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

-"میں آپکی بات نہیں سمجھا، ہم سب یہودی ہیں اور اپنی عبادت گاہ میں عبادت کے لئے جاتے ہیں۔ جسے ہم تفلیح کہتے ہیں اور دن میں سو دفع برخوت بھی پڑھتے ہیں۔ جس میں ہم اپنے آپ کو ایک مخصوص انداز میں موڑ کر اس کے سامنے جھکتے ہوئے برخوت دعا پڑھتے ہیں۔ لیکن آپ کس قسم کی عبادت کی بات کر رہے ہیں؟ ہم یہودیوں میں تو یہی بہت کامن ہے؟؟؟"

-"تم بس حامی بھر و تو میں تمہیں کچھ بہت ہی حیران کن دیکھانا چاہتا ہوں جو آج تک تم نے نہیں دیکھا ہو گا۔ مگر تم ایک وعدہ کرو کے اس کا ذکر کسی اور سے نہیں کرو گے اور ہم نائن الیون کے بعد خفیہ طور پر روانہ ہو جائیں گے۔ ہم نے بس چند گھنٹے وہاں گزارنے ہیں پھر خفیہ طور پر واپس بھی آجائیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی اس دوران میں تمہیں بہت سی ایسی باتیں بتاؤں گا جو اس سے قبل آپ کی نظروں سے کبھی نہیں گزری ہو نگی۔ تمہیں اکثر میری خفیہ سرگرمیوں پر تشویش ہوتی ہے تمہیں بہت جلد ان کا جواب مل جائے گا مگر شرط وہی ہو گی کہ تم ہمارے اس سفر کو خفیہ رکھو گے۔ یہ جو میرے اوپر تصویر دیکھ رہے ہو۔ اس میں ایک آنکھ بنی ہوئی ہے جانتے ہو یہ کیا ہے؟ اور اس کا مقصد کیا ہے؟ اس سے دولت، عزت، شہرت سب کچھ آپ کے قدموں میں پڑا ہو املتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم میرے ساتھ چلوگے تو تمہاری زندگی میں بہت سی حیرت انگیز تبدیلیاں آئیں گی۔ ایک نیا تجربہ ہو گا ممکن ہے تم اپنا مذہب ہی بدلو، یقین کرو ان روائتی مذاہب میں کچھ نہیں رکھا۔ دن رات ہمیں ہمارے مذہبی رہنما ہمیں ڈراتے رہتے ہیں، ڈر اور خوب کا دوسرا نام مذہب ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ڈر پر قابو پا کر اس مذہب کی طرف آؤ جس میں تمہیں کوئی ڈر اور خوف نہیں ہو گا ہو سکتا ہے کہ تمہارا ارادہ بدل جائے۔" اس کی باتیں سن کر مجھے اس پر تھوڑی حیرت ضرور ہوئی تھی مگر کیا یہودیت تک تو میں اپنی شناخت بدل سکتا تھا مگر اب یہ مجھے ایک نئے مذہب کی طرف بلا رہا تھا۔ میں چند لمحوں تک تذبذب میں رہا کہ کیا فیصلہ کیا جائے کیونکہ یہ ایک بہت بڑا فیصلہ تھا جس کا میرے مستقبل پر بہت گہرا اثر پڑنے والا تھا۔ اس پر تبصرہ کرنا فل الحال میرے لئے مشکل تھا نہ جانے کرنل مجھے کہاں لے جانے کی بات کر رہا تھا اور وہ کیا چاہتا تھا۔ اگر میں نے حامی بھری تو اس کا مجھ پر کیا اثر ہو گا اور اگر انکار کیا تو نہ جانے مجھے کن نئے خطرات کا سامنا کرنا پڑے۔ جان کا خطرہ تو ہر وقت ہی تھا مگر میں نہیں چاہتا تھا کہ بلاوجہ مارا جاؤں اور اس میں مسلمانوں اور خاص طور پر پاکستان کا میرے اس فیصلے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ میں اکیلا نہیں تھا اور میرے ساتھ کئی جانیں ننھی تھیں۔ مجھے اپنی جان کی تو کوئی پرواہ نہیں تھی مگر انسان جان بھی تب دے جس سے بہت بڑا مسئلہ حل ہوتا ہو یا میرے خون سے بہت بڑی تبدیلی متوقع ہو۔ کچھ اسی قسم کے سوالات اور خدشات میرے سینے میں کانٹوں کی طرح چبھ

رہے تھے۔ جن پر فوری فیصلہ کرنا قدرے مشکل تھا، ان تمام خیالوں کے تاثرات کو میں نے اپنے چہرے سے عیاں نہیں ہونے دیا۔ میں نے الفاظ کو جوڑ کر خوب تولتے ہوئے کہا:

"کرنل صاحب آپ کی باتوں سے میرا تجسس اور بڑھ گیا ہے، یقیناً اگر آپ نے مجھے اپنا سب سے بڑا راز بنانے کا فیصلہ کیا ہے تو خوب سوچ سمجھ کر کیا ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں کبھی بھی آپ کو مایوس کروں، آپ تو جانتے ہیں کہ میرا اسارا فوکس گریٹ گیم کی طرف ہے۔ اگر میں آپ کے مزید قریب آ گیا تو یہ میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہو گا۔ اگر آپ نے میرے بارے میں اتنا بڑا فیصلہ کیا تو ضرور اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت رہی ہو گی۔ میں آپ کو زبان دیتا ہوں کہ یہاں جو بھی گفتگو ہوئی یہ آپ کے اور میرے درمیان میں رہے گی اور آپ تو جانتے ہیں جب ڈیوڈ کوئی وعدہ کر لے تو اسے آخری حد تک نبھاتا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے قبل اس پر ٹھنڈے دماغ سے تنہائی میں سوچ لوں۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ مایوسی نہیں ہو گی۔" کرنل میری گفتگو کے دوران ہلکا ہلکا مسکراتا رہا اور پھر وہ کہنے لگا۔

"گڈ شو ڈیوڈ، مجھے تم سے اسی قسم کے جواب کی امید تھی۔ تم نے مجھے اب مطمئن کر دیا ہے کہ میرا فیصلہ ایک بار پھر ٹھیک ثابت ہوا۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے فائدے کے لئے کیا ہے تاکہ تم مزید ترقی کر سکو۔ میں نے جب سے تمہیں اپنی ایجنسی میں لیا ہے تم نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا اور تمہاری صلاحیتوں سے میں ہمیشہ خوش ہوا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم اب بھی مجھے مایوس نہیں کرو گے، تمہیں اجازت ہے تم خوب سوچ سمجھ کر مجھے اپنے جواب سے آگاہ کرنا میں تمہارا جواب پاتے ہی چیف سے بات کروں گا اور تمہارے جانے کا بندوبست ہو گا۔" اسے میرے جواب سے کافی تسلی ہوئی تھی اور اسے اب یہ بھی امید تھی کہ میں جانے کی حامی بھر لوں گا۔ پھر اس نے اپنی میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک لفافہ نکال کر میز پر رکھ لیا۔ کچھ دیر بعد وہ اس لفافے میں سے چند فوٹو گراف نکال رہا تھا۔ بعد ازاں اس نے ان فوٹو گرافس میں سے چار کا انتخاب کر کے انہیں میری طرف بڑھا دیا۔

-"یہ ان انیس ہائی جیکرز میں سے چار کی فوٹو گرافس ہیں، انہیں تم اپنے پاس رکھ لو۔ میں چاہتا ہوں کہ کل تم انہیں ہمارے خفیہ پوائنٹ زیرو ون پر ملوان سے ذرا انٹرویو وغیرہ کرو۔ تم ان سے تحریک الشیر گروپ کے امریکہ میں نمائندے کی حیثیت سے مل سکتے ہو۔ چاہو تو دو چار گالیاں امریکہ کو بھی نکال لینا اور اگر اس سے زیادہ بھی نکال لو گے تو میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس تنظیم نے نائن الیون کے بعد ہی دہشت گرد تنظیم کی حیثیت اختیار کر لینی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پھر اس کے سربراہ

ابو المسعود سے ملو جو افغانستان میں ہے، اس کو ایک چپ دے کر آنا جس میں کچھ ہدایات ہیں۔ ہدایات اپنی جگہ مگر اس چپ کے ذریعے ہم اسے مکمل ٹریک کریں گے، میں نہیں چاہتا کہ یہ کسی بھی وقت باغی ہو کر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔ جس وقت یہ باغی ہو گا اس کی ٹریکنگ تو پہلے ہی ہم کر رہے ہیں ہم اسی لوکیشن پر ڈرون مار کر اسے ختم کر دیں گے۔۔۔۔۔" اس کے بعد وہ پھر دراز میں ہاتھ ڈال کر جھکا اور پھر اس نے ایک نقشہ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔ میں نے وہ فوٹو گرافس اس سے لیکر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک پین نکال کر اس کی مدد سے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ دیکھو یہ اسرائیل ہے، اس کے جنوب مشرقی کنارے پر بحیرہ روم واقع ہے، اس کے شمالی کنارے کے خلیج عقبہ پر بحیرہ احمر ہے۔ جسکی سرحدیں لبنان کے شمال میں جا کر ملتی ہیں پھر شمال مشرقی طرف شام ہے اور یہ دیکھو یہ مشرق کی طرف اردن ہے۔ پھر ان کو بھی دیکھ لو یہ مشرق اور مغرب کی طرف فلسطینی علاقے ہیں جن میں ایک ویسٹ بینک ہے اور دوسری غزہ کی پٹی۔ ان میں سے کچھ حصے ہمارے اپنے کنٹرول میں ہیں اور یہ جنوب مغرب کی طرف مصر واقع ہے۔ اس کے بعد یہ دیگر اسلامی ممالک جس میں عراق، ترکی، ایران، سعودی عرب اور لیبیا وغیر شامل ہیں۔ جنہیں ہم خاص طور اسرائیل کے دشمن ممالک کہتے ہیں۔ اس نقشے کو تم پہلے بھی کئی دفعہ دیکھ چکے ہو مگر میں تمہیں اس نقشے اور اس میں موجود تمام مسلم ممالک کو اس لئے دکھا رہا ہوں تا کہ تمہیں ایک خاص چیز دکھا سکوں۔۔۔۔۔" اس کے بعد اس نے ایک فائل نکال کر میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"اگلے پندرہ سالوں میں یہاں ان میں سے کوئی بھی بھی ملک مکمل طور پر محفوظ نہیں ہو گا۔ ہم ایک ایک کر کے ہر ملک کے حالات خراب کرتے جائیں گے اور حکومتوں کے تختے الٹتے چلے جائیں گے اور جو حکومت خود نہیں جائے گی وہاں ہم امریکی فوجی بھیج دیں گے۔ تا کہ اسرائیل کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی راہ ہموار ہو سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جو ملک کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوں انہیں اتنا کھوکھلا کر دیا جائے کہ وہ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے نہ ہو سکے اور جو ملک کھڑے ہی نہ ہو سکیں وہ اسرائیل کے لئے کہاں خطرہ بن سکتے ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

بہت دھماکے دار قسم کے انکشافات کے بعد تو میرے لئے ان تمام باتوں کو ہضم کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس وقت یہ تمام ممالک کافی مضبوط تھے۔ انہیں چھیڑنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا اب ہے اور سچ بات ہے میں ان ساری باتوں کو کرنل کی محض خام خیالی ہی سمجھتا تھا۔ لیکن اب اگر ان باتوں پر غور کیا جائے تو کرنل کا کہا ہوا ایک ایک لفظ ٹھیک تھا۔ تو اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر

مجھے ان تمام باتوں کا پہلے سے پتا تھا تو میں انہیں روک کیوں نہیں سکا۔ یہ بہت سخت سوال ہے آج بھی کئی بار مجھے میرا ضمیر ملامت کرتا ہے کہ میں نے کیوں نا اس کو کچھ کر کے روکا تو اس جواب آپ کو آگے چل کر بہت وضاحت سے ملے گا۔ ابھی میں اس تفصیل میں جائوں گا تو ممکن ہے آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے خیر کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر میں نے اس سے رخصت چاہی اور مصافحہ کر کے اس کے کمرے سے باہر آگیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

1997 میں امریکی ایجنٹ ڈیوڈ بن ایرول نے پاکستان آنا تھا، اسے ڈاکٹر شاہد عباس کو قتل کرنے کا مشن دیا گیا تھا۔ بلیک ڈائمنڈ ایجنسی نے اسکی پلاننگ ایک سال قبل ہی کر دی تھی۔ مگر اب وہ اس پر عملدر آمد کر رہے تھے، ڈیوڈ مختلف راستوں سے اسمگل ہوتا ہوا افغانستان کے راستے سے پاکستان میں داخل ہوا تھا اور پھر وہاں سے وہ پشاور پہنچا تھا۔ اس کی جاسوسی میں نے نہیں بلکہ میرے محکمے کے دیگر ساتھی کر رہے تھے۔ انہوں نے ڈیوڈ کے امریکہ سے نکلنے اور پھر مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہونے اور پھر ابوالمسعود کا مہمان بننے تک پل پل کی خبر رکھی تھی۔

ڈیوڈ امریکی یہودی تھا اور وہیں پلا بڑھا تھا وہ یتیم تھا اور اس کی پرورش آنٹی سارہ نے کی تھی۔ جو ایک نیک یہودی خاتون تھیں، انہوں نے خوب محنت مزدوری کر کے ڈیوڈ کو پڑھایا تھا۔ دونوں کے درمیان ایک ماں بیٹے جیسا رشتہ بن گیا تھا۔ ان کی بھی کوئی اولاد نہیں تھی، ان کے شوہر کا انتقال جوانی میں ہی ہو گیا تھا اس کے بعد انہوں نے دوسری شادی کا کبھی سوچا ہی نہیں، مگر انہیں اپنی اولاد ہونے کی بہت خواہش تھی۔ سو انہوں نے ایک یتیم خانے سے ڈیوڈ کو لیکر اس کی پرورش شروع کر دی۔ انہوں نے بچپن سے ہی اس کی ہر خواہش کا احترام کیا تھا اس کی خاطر انہوں نے ایک فیکٹری میں ملازمت اختیار کر لی جہاں پر وہ ایک ورکر کی حیثیت سے آٹھ گھنٹے کی شفٹ میں کام کیا کرتی تھیں۔ اس دوران ڈیوڈ اسکول میں تعلیم حاصل کر رہا ہوتا تھا، فیکٹری سے فارغ ہو کر وہ شام کی اخبار گھر گھر جا کر بیچا کرتی تھیں تاکہ وہ ڈیوڈ کے مہنگے مہنگے اخراجات پورے کر سکیں۔ محنت کرنے میں انہوں نے کبھی بھی آر محسوس نہیں کی تھی، دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے گئے اور ڈیوڈ بھی بڑا ہوتا گیا۔ ڈیوڈ کے سر پر باپ کا سایہ نہ ہونے کے باوجود آنٹی سارہ کی شفقت اور محبت سے کی جانے والی تربیت نے ڈیوڈ کو ایک بہترین انسان بنا دیا۔ اسے یہودیت سے محبت کوٹ کوٹ کر دل میں بٹھائی گئی۔ مگر باپ کا سایہ سر پر نہ ہونے کی وجہ سے اس کی شخصیت میں کچھ خلاء پیدا ہو گئے اسے پورا کرنے کے

لئے اس نے سگریٹ اور شراب سے دوستی بچپن سے ہی کرلی تھی۔ اس نے باپ کی سختی دیکھی ہوتی تو شاید وہ بہت سی بری عادات سے بچ جاتا۔ اسے بچپن سے ہی جاسوسی ناول پڑھنے کی عادت پڑ گئی تھی اور پھر اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ بڑا ہو کر ایک سیکرٹ ایجنٹ ہی بنے گا۔ اس نے اپنے فیصلے سے آنٹی سارہ کو بھی آگاہ کر دیا تھا اس نے اپنی محنت جاری رکھی تعلیم میں بھی کافی تیز تھا وقت گذرتا گیا اور پھر وہ دن آ گئے جب اس نے امریکہ کی سیکرٹ سروس میں جانے کے لئے امتحان پاس کیا اور پھر اس کی سلیکشن ہو گئی ۔اسے امریکہ سے دور برازیل لے جاکر اس کی ٹریننگ کروائی گئی۔ اسے عام انسان سے فولاد بنایا گیا اور پھر اس کا انتخاب کرنل اشر نے ٹریننگ کے دوران ہی کرلیا تھا۔ ٹریننگ مکمل ہوتے ہی وہ سروس میں آ گیا۔ انتہائی مضبوط اعصاب کا مالک تھا اور جو فیصلہ کرلیتا تھا کبھی بھی پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتا تھا۔ چوڑا چکلا جسم کشادہ پیشانی اور باڈی بلڈر والا اسکا جسم تھا۔ صبح سویرے اٹھ کر ورزش اور جاگنگ کرنا اسکا روز کا معمول تھا، پھر شام کو وہ جم بھی جاکر خوب جان بناتا تھا۔ مگر سروس میں آنے کے بعد آنٹی سارہ کا انتقال ہو گیا تو ڈیوڈ نے اپنے لئے الگ رہائش گاہ لے لی تھی۔ وہ کمال کا ذہین اور بلا کا فائٹر تھا، وہ چین اسموکر ہونے کے ساتھ ساتھ بے تحاشا شراب پینے کا عادی بھی پیتا تھا۔ کئی دفعہ ماہانہ چیک اپ کے دوران اکثر ڈاکٹرز اسے شراب پینے سے روکا کرتے تھے مگر وہ باز نہیں آتا تھا۔ مایا اور اس کی دوستی یہیں سروس میں آنے کے بعد ہی ہوئی تھی، مگر ایک دوست سے زیادہ مایا نے اسے کبھی لفٹ ہی نہیں کرائی تھی اور ڈیوڈ نے اسے پسند کرلیا تھا لہذا شادی کا مطالبہ کر دیا تھا۔ مگر وہ اس کا مطالبہ ٹالتی آئی تھی اس بات پر دونوں کی بہت منہ ماری بھی ہوتی تھی مگر ڈیوڈ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اسکے علاوہ اسے کرنل کا خصوصی اعتماد اس لئے حاصل ہوا تھا کہ ایک مشن کے دوران روس میں کرنل کی جان ڈیوڈ نے بچائی تھی۔ کرنل کو ایک مشن کے دوران روسی جاسوسوں نے جو دراصل ڈریگن گروپ سے تھے برطانیہ کے ائیرپورٹ سے اغوا کرلیا تھا اور پھر وہ اسے زمینی راستے سے لیتے ہوئے روس لے گئے تھے۔ کرنل کے پاس ایک بہت اہم روسی سرکاری راز برطانیہ سے ہتھے چڑھا تھا جسکے بعد اس کی خواہش تھی کہ وہ اس کا خوب استعمال کرے۔ وہ راز ایک مائیکرو فلم کی صورت میں پہلے ہی اس نے ڈیوڈ کے ہاتھ روانہ کر دیا تھا اور خود اسے وہاں دیگر معاملات کے لئے رکنا تھا۔ روسیوں نے اس پر تشدد کی انتہا کر دی تھی وہ بھی کرنل تھا تمام تشدد برداشت کرتا رہا۔ مگر ڈیوڈ نے نہ صرف وہ راز بلیک ڈائمنڈ کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچایا بلکہ واپس لوٹ کر اس نے روس کے لئے روانگی اختیار کی اور پھر ایک خطرناک معرکے کے بعد اس نے نہ صرف کرنل کو وہاں سے رہا کروالیا تھا بلکہ روس کی جس تنظیم نے اسے اغوا کیا تھا ڈیوڈ نے اس کا ہیڈ کوارٹر بھی تباہ کر دیا تھا۔ جس سے اس تنظیم کو کافی نقصان پہنچا تھا اور پھر اس کی کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ وہ ڈریگن گروپ پھر زیر زمین چلا گیا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میں کرنل کے کمرے سے باہر نکلا اور پھر وہاں سے ایک راہداری میں آگیا جہاں دائیں بائیں لاتعداد کمرے موجود تھے۔ ان کمروں کے سامنے سے گذر کر میں سیدھا لفٹ میں داخل ہوا اور پھر زیرو فلور کا بٹن پریس کر کے میں سکون سے کھڑا ہو گیا۔ میں نے بلیو کلر کا تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا اور یہ دن کے دو کا وقت تھا۔ ہمارے کام کی نوعیت تو چوبیس گھنٹے تھی مگر کرنل نے ہماری سہولت کے لئے ہمیں سخت ڈیوٹی سے بچایا ہوا تھا۔ اس نے اپنی ایجنسی میں ایجنٹس کی تعداد بڑھائی ہوئی تھی جسکی وجہ سے ہم پر کام کا زیادہ بوجھ نہیں پڑتا تھا۔ کرنل کافی زندہ دل تھا ہمیں کبھی بھی اس کی کمپنی میں بوریت محسوس نہیں ہوئی۔ مگر جب کوئی خاص مشن درپیش ہوتا تو کرنل کی جھاگ دیکھنے والی ہوتی تھی۔ بالکل زہر لگ رہا ہوتا تھا، میری یہاں بطور ڈیوڈ سب سے اچھی خاصی بنی ہوئی تھی۔ سب لوگ میری خوب عزت کرتے تھے اور جب بھی میں جاتا تھا تو مجھے سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔

وقت ایک سا نہیں رہتا، کرنل کے ارادے کافی خطرناک تھے۔ جس دن کرنل میرے ہاتھوں چڑھ گیا تو پھر اس کا حال بھی ویسا ہی ہونا تھا جیسا وہ مسلمانوں یا پاکستان کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مگر میں صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا اور وقت کی سب بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ کبھی بھی بتا کر نہیں آتا بس آجاتا ہے۔ بس اسی وقت کا میں نہایت بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ ابھی کرنل کی زیادہ بڑی عمر نہیں تھی ساٹھ کے قریب قریب ہی ہو گا۔ چہرہ کلین شیو اور بال سفید وہ پہلے اسرائیل کی فوج میں تھا۔ وہاں پندرہ سال تک نوکری کی پھر جلد ہی ریٹائر ہو کر اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ شفٹ ہو گیا تھا۔ یہاں آتے ہی اس نے ڈیفنس سے متعلق ایک تھنک ٹینک تشکیل دے دیا جس کا نام بھی بلیک ڈائمنڈ تھنک ٹینک تھا۔ اس تھنک ٹینک نے ماہانا پالیسی پیپرز نکالنا شروع کر دیئے جو بہت جلد ہی حکومتی حلقے میں بہت مقبول ہونا شروع ہو گئے۔ کرنل امریکہ کی حکومتی کریم اور ڈپلو میٹس میں مقبول ہو گیا، اس کی مسلمانوں کے خلاف تنگ نظری نے سب کے دل جیت لئے۔ اس کو باقاعدہ حکومتی میٹنگز میں مدعو کیا جانے لگا۔ اس کا جارحانہ انداز اور شعلہ بیان تقاریر نے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ جلد ہی اس نے اپنا اثر ورسوخ بڑھانا شروع کر دیا کرنل چونکہ بے حد چالاک اور عیار واقع ہوا تھا اس لئے جلد ہی اپنی جگہ بنا گیا۔ اسے خاص طور پر صیہونیوں نے اپنا نمائندہ بنا لیا اور پھر انکے ہی کہنے پر اس نے اپنے تھنک ٹینک کو وسعت دیتے ہوئے اسے ایک تھنک ٹینک سے ایک سیکرٹ ایجنسی کی شکل دے دی۔ کرنل نے ٹھیک کہا تھا اس روشن آنکھ اور آدھے اہرام نے اس کی تقدیر بدل دی تھی۔ اسے فوری طور پر بڑے بڑے مشن ملنا شروع ہو گئے، پیسے تھے کے ختم ہونے کا نام

ہی نہیں لیتے تھے۔ پھر اس نے اس ایجنسی میں مختلف ایجنٹس کو لانا شروع کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کارکردگی کو چار چاند لگ گئے۔ یہ خفیہ ایجنسی اپنی شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئی تھی۔ سب نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔

خیر میں نے کوٹ کی اندرونی جیب سے سیاہ چشمہ نکالا اور پھر اسے اپنے چہرے پر سجالیا۔ تھوڑی دیر میں مجھے لفٹ نے زیرو فلور پر پہنچایا، وہاں پر مختلف کاریں اور موٹر بائکس موجود تھیں۔ میں نے اپنا رخ اپنی ریڈ کلر کی جدید ترین اسپورٹس کی طرف کیا اور پھر اس کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی تیز نظروں سے گاڑی کو ایک بار اچھی طرح سے چیک کر لیا اور خوب تسلی کے بعد میں نے اپنی گاڑی اسٹارٹ کو کیا اور پھر پارکنگ سے نکال کر میں مین سڑک پر آ گیا۔ وہاں سے میں مختلف راستوں سے ہوتا ہوا، میں نے اپنا رخ اپنے گھر کی طرف کر لیا۔ میری اس وقت کئی رہائش گاہیں تھیں اور میں نے کسی ایک مکان کو مستقل اپنا گھر نہیں بنایا تھا تاکہ کسی بھی ہنگامی حالت میں وہاں سے نکل سکوں۔ خیر اس وقت میرا رخ اپنی تیسری کوٹھی کی جانب تھا، میں گھر تقریباً بیس پچیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد پہنچا اور پھر گاڑی دروازے پر روک کر میں گیٹ کے پاس آیا اور پھر سائیڈ پر موجود ایک خفیہ بٹن پریس کیا تو وہاں پر ایک منی کمپیوٹر ظاہر ہو گیا۔ جس پر میں نے ٹائپنگ پیڈ کی مدد سے ایک کوڈ لکھا تو دروازہ کھل گیا۔ پھر میں نے دوبارہ وہی بٹن پریس کیا تو وہ منی کمپیوٹر دیوار کے اندر غائب ہو گیا۔ یہ بٹن دراصل دیوار پر ایک ہلکے سے ابھار کی صورت میں تھا جسے میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ میں واپس گاڑی میں آ کر بیٹھا اور پھر اسے ڈرائیو کر کے میں نے اسے کوٹھی کی پارکنگ میں کھڑا کیا اور پھر میں جوں ہی نیچے اترا تو میرے پیچھے دروازہ بغیر آواز کئے آٹومیٹک انداز میں بند ہو گیا۔ میری یہ کوٹھی انتہائی جدید ترین اور بہترین انداز میں تعمیر کی گئی تھی، مجھ جیسے بندے کے لئے تو یہ بہت بڑی تھی۔ یہ ایک ٹرپل اسٹوری ہاؤس تھا جسکے سامنے کی طرف بہترین درخت اور ہریالی تھی جبکہ بیک سائیڈ پر باقاعدہ سوئمنگ پول تھا۔ کبھی کبھی من ہوتا تو میں اس میں نہا بھی لیا کرتا تھا۔ کسی سرونٹ یا کام والے کو نہیں رکھا تھا، کیونکہ میرے موڈ کا کچھ پتہ نہیں ہوتا تھا کہ میں یہاں رہنے پر آؤں تو مہینہ بھی رہ لیتا تھا اور اگر موڈ نہ ہو اور بوریت کی وجہ سے جلد ہی اکتا جائوں تو میں چند گھنٹوں میں ہی اپنی رہائش گاہ چھوڑ دیتا تھا۔ یہاں پر کرنل نے باقاعدہ کیمرے نصب کروائے ہوئے تھے، صرف یہاں پر نہیں میری تینوں رہائش گاہوں پر ہی یہی حال تھا اور یہ بلیک ڈائمنڈ ایجنسی کا اصول تھا کہ وہ اپنے تمام ایجنٹس کی مکمل نگرانی کرتی تھی کہ کہیں سے بھی کسی قسم کا کوئی دھوکا نہ ہو۔ میں اس سب کچھ کے لئے مکمل طور پر تیار تھا اور کبھی بھی مائنڈ نہیں کیا تھا کیونکہ مجھے پکڑنا انکے بس میں نہیں تھا۔ اگر میں اتنی آسانی سے پکڑا جاتا تو چار سال تک انکے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

درمیان نہ رہا ہوتا وہ میرے رویئے سے حیران ہو کر بھی میرے خلاف بات نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں آج تک مجھ پر شک نہیں ہوا تھا۔
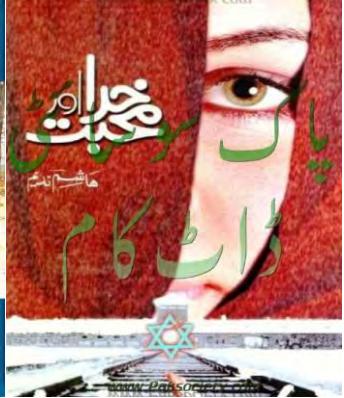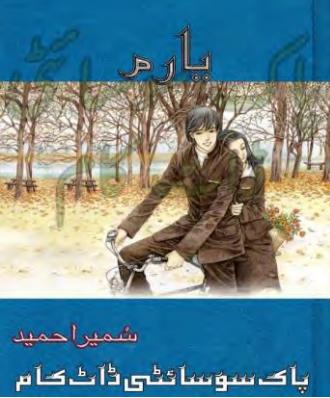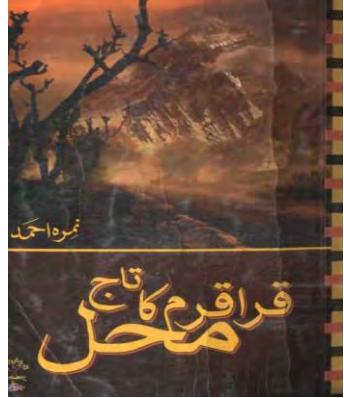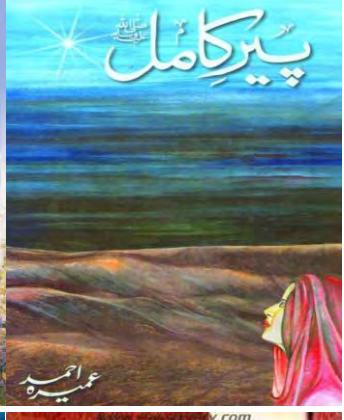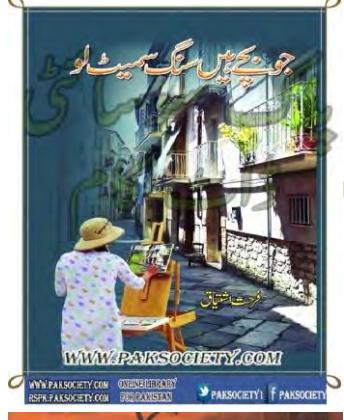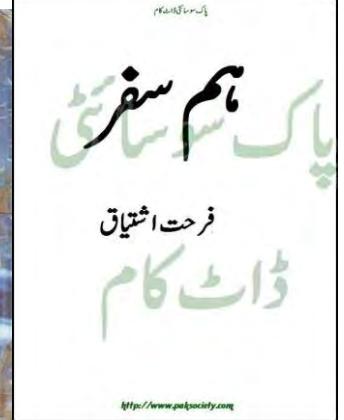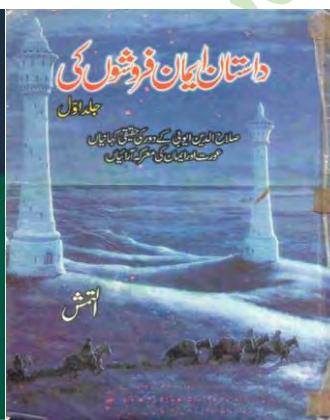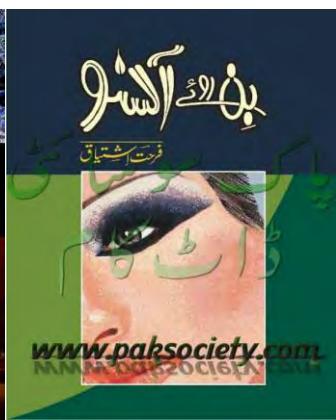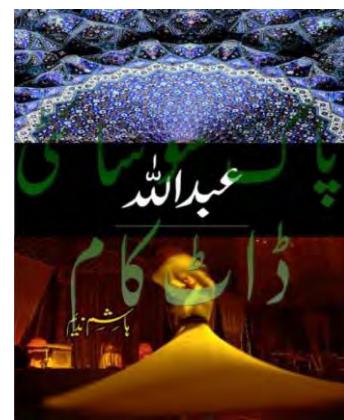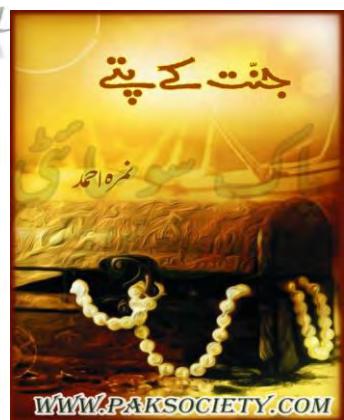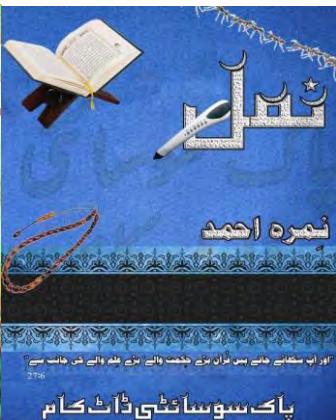
خیر میں کافی تھک گیا تھا گزشتہ رات سے کام پہ تھا اب میرا تھوڑا سونے کا ارادہ تھا۔ تو سوہری بھری گاس سے گزرتا ہوا میں برآمدے میں داخل ہوا اور پھر وہاں سے میں ایک دروازے سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں سے میں ایک خوبصورت انداز میں سجی ہوئی زینوں پر چڑھا اور پھر اوپر جانے لگا۔ وہ گول گھومتی ہوئی مجھے دوسری منزل پر لے آئیں۔ میں نے وہاں پہنچ کر راہداری میں موجود ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا یہ دراصل بیڈ روم تھا۔ جو انتہائی خوب صورت انداز میں سجا ہوا تھا۔ میں نے جاتے ہی کوٹ کی اندرونی جیب سے موبائل فون نکال کر تکیئے کے پاس رکھا، اپنے کپڑے چینج کئے اور سلیپنگ گائون پہن کر بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے فون اٹھا کر یوں ہی اس پر ہاتھ چلانا شروع کر دیئے اور کچھ دیر بعد اسکی پاور آف کر کے لمبی طان کر سو گیا۔ اس وقت دوپہر کے دو کا عمل تھا میری آنکھ جا کر شام سات بجے کھلی۔ کام کوئی تھا نہیں سو میں نے سوچا کہ فل الحال لمبا ہی سویا جائے سو میں نے ایسا ہی کیا۔ میری جاب کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ بازاوقات کئی کئی دنوں تک مجھے فیلڈ میں رہ کر جاگنا پڑتا تھا اور اپنے آپ کو مکمل تروتازہ رکھنا ہوتا تھا اس اعتبار جب بھی موقع ملتا تھا میں خوب اچھی طرح سولیتا تھا مگر نیند میں بھی اپنے تمام اعصاب جگ رہے ہوتے تھے۔ کسی بھی قسم کی ہلکی سی آواز سے میری آنکھ کھل جاتی تھی اور میں کبھی بھی بے خیالی میں نہیں مارا گیا۔

موبائل آف میں نے مایا کی وجہ سے کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ یقینا مجھے کال کرے گی اور نہ سہی تو اس کا ٹیکسٹ ضرور پڑا ہو گا۔ وہ اوپر سے کچھ کہتی تھی اور اندر سے اسکی پروگرامنگ کچھ اور ہی ہوتی تھی۔ میں نے جب موبائل کھول کر دیکھا تو اس کی دو مس کالز اور تین چار پیغامات پڑے ہوئے تھے اور سب میں ہی معافیاں مانگی ہوئی تھیں کہ میری اس بات کا مطلب وہ نہیں تھا اور میں یہ کہنا چاہتی تھی تم تو بہت اچھے ہو۔ بلا بلا بلا۔۔۔۔۔۔ نا جانے وہ کیا سوچتی رہتی تھی اور خود اپنے دل میں خاکے بنتی رہتی تھی جو میری وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا تھا۔ خیر میں اٹھا تو مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی اور اب ارادہ تھا کہ کسی اچھے سے ہوٹل میں جا کر کھانا کھائوں گا۔ میں واش روم گھس گیا اور پھر گرم گرم پانی سے کوئی پندرہ منٹ تک نہانے کے بعد وہاں سے نکلا اور جو سوٹ میں نے دن کو پہنا تھا وہی دوبارہ پہن لیا، موبائل اٹھا کر کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اپنے ہتھیار کی موجودگی کو یقینی بناتا ہوا میرا رخ اب گیراج

کی طرف تھا۔ میں نے گیٹ کے پاس آکر اس کی پاس والی دیوار میں وہی عمل دہرایا جو پہلے کر چکا تھا اور پھر آٹومیٹک انداز میں گیٹ کے کھلتے ہی میں وہاں سے گاڑی کے پاس آیا اور پھر اسے اسٹارٹ کر کے میں نے اپنا رخ شہر کے سب سے بڑے ہوٹل کی طرف کر دیا۔ کوئی تیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد میں ہوٹل ٹرپل زیرو پہنچا اور اسکے کمپاؤنڈ میں گاڑی داخل کر کے میں پھر اسکی پارکنگ میں لے گیا اور کار پارک کر میں گاڑی سے باہر نکل کر اسے لاک کیا اور پھر میں اس کے گلاس ڈورز کے اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ایک بڑا سا ڈائننگ ہال تھا میں اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ ہال میں ابھی وہ رش نہیں تھا جو کہ ہونا چاہیے تھا امید تھی کہ رات گئے تک ہال بھر ہی جائے گا۔ مجھے ابھی بیٹھے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ بیرہ میرے سر پر پہنچ گیا۔ میں نے اسے آرڈر دیا اور پھر اپنے سامنے موجود ٹشو پیپر کے رول میں سے ایک ٹشو پیپر نکالا اور پھر اسے اپنے سامنے ٹیبل پر احتیاط سے بچھا دیا۔ پھر اس کے بعد میں نے سامنے بڑی اسکرین پر ٹی وی دیکھتے ہوئے غیر محسوس طریقے سے اپنے آگے موجود ایک خوب صورت گلدان میں سے ایک مصنوعی گلاب کا پھول نکالا اور پھر اسے ویسے ہی اپنے ہاتھ میں لیکر گھوما شروع کر دیا۔ اس دوران میری نظریں ٹی وی پر تھیں اور بیرے کو آنے میں ابھی دیر تھی۔ لوگ آہستہ آہستہ ہال میں داخل ہو رہے تھے۔

میں نے احتیاط سے اپنے بائیں ہاتھ کی کہنی ٹیبل پر ٹیک کر اپنے ہاتھ کے اوپر سر رکھ لیا اور پھر اپنے دائیں ہاتھ سے میں نے غیر محسوس طریقے سے ٹشو پیپر پر گلاب کے پھول کی ٹہنی کی مدد سے کوڈ ورڈز میں تحریر لکھنا شروع کر دی۔ جو بظاہر نظر نہیں آ رہی تھی مگر گلاب کی ٹہنی کسی قلم کی

طرح کام کر رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے میں نے وہ خاموش تحریر مکمل کی اور پھر دوبارہ گلاپ کے پھول کو گھوما شروع کر دیا۔ جبکہ میری نظریں ابھی بھی ٹی وی پر جمی ہوئی تھیں۔ کسی کو رتی برابر بھی شک نہیں ہوا ہو گا کہ میں نے گلاب کے پھول سے کیا ہے۔ اس کے بعد میں نے واپس اسے گلدان میں رکھ دیا اور ٹشو پیپر اٹھا کر اس کی مدد سے اپنا ماتھا صاف کرنے لگا اور پھر اسے چہرے پر پھیر کر میں نے اسے فولڈ کر کے اسے اپنے ہاتھ میں تھام کر میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور اپنی چیئر سے اٹھ کر میں نے واش روم کا رخ کر لیا۔ اس ہوٹل میں باقاعدہ واش رومز مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ بنے ہوئے تھے۔ میں مردوں والی سائیڈ پر چلا گیا اور پھر وہاں کے کوڑے دان میں میں نے وہ ٹشو پیپر پھینکا اور پھر میں خالی واش میں داخل ہو گیا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

میں جوں ہی باہر نکلا تو ایک بھرپور گھونسہ میرے منہ پر پڑا اور پھر اس کے بعد نامعلوم افراد نے مجھ پر بری طرح سے حملہ کر دیا۔

میں ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں پوری سچوئیشن سمجھ گیا۔

میں نے بھی ان پر جوابی حملے شروع کر دیئے مگر کچھ ہی دیر میں میرے عقب سے تین چار شدید نوعیت کے ہتھوڑے پڑے اور میں اپنے ہوش و حواس کھوتا چلا گیا۔ میں اپنا سر تھامے زمین پر گرنے لگا میرا سر بری طرح سے جھول رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے میں دنیا و مافیا سے بے گانہ ہونے لگا۔ آخری خیال جو میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ میں بری طرح سے دھر لیا گیا ہوں اور اب ممکن ہے مجھے کوئی اغوا کر کے لے جائے گا۔ لیکن وہ لوگ کون تھے اور اس طرح مجھ پر کیوں حملہ آوار ہوئے تھے؟ اس کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆☆☆

(جاری ہے)

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔